۱۹ ذوالقعدہ،۱۴۴۴ھ

۹ جون،2023ء

خلیل الرحمٰن علیہ السلام

کے

اوصافِ حمیدہ

مجلسِ عُلماءِ نظامیہ پاکستان

مرکزی دفتر: جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور

042-37374429 0315-7374429
alnizamia7374429@gmail.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیۡفًا ؕ وَلَمۡ یَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ ۙ شَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ ؕ اِجۡتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۙ وَاٰتَیۡنٰهُ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِی الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ؕ ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ ۙ [النحل16:120-123]

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسۡلِیۡمَات میں سب سے اعلیٰ شان ہمارے آقا کریم ﷺ کو عطا کی اور آپ کے بعد بلند ترین مرتبہ آپ کے جدّ امجد اور اپنے خلیل سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عطا فرمایا۔

سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بے شمار اوصافِ حمیدہ عطا ہوئے، قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں آپ کی تعریف فرمائی گئی، سورۂ نحل میں یوں ارشاد ہے: اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیۡفًا ؕ وَلَمۡ یَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ ۙ شَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ ؕ اِجۡتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۙ وَاٰتَیۡنٰهُ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِی الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ؕ "بے شک ابراہیم تمام اچھی خصلتوں (پسندیدہ اوصاف) کے مالک، اللہ کے فرماں بردار، ہر باطل سے اجتناب کرنے والے تھے اور وہ مشرک نہیں تھے ۙ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، اللہ نے اُنھیں (اپنا نبی اور خلیل بنانے کے لیے) مُنتخب فرما لیا اور اُنھیں سیدھے راستے کی ہدایت دی ۙ اور ہم نے اُن کو دُنیا میں بھلائی عطا فرمائی اور بلاشبہ وہ آخرت میں خاص قرب پانے والے بندوں میں سے ہوں گے ۙ"[النحل16:120-122]

اللہ تعالیٰ نے بعد والی تمام شریعتوں میں سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنتوں کو باقی رکھا۔ مفسرین نے لکھا: خلیل اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے سب سے بڑا اِعزاز یہ ہے کہ اللہ عزّوجلّ نے سید الانبیا ﷺ کو آپ کی اولاد میں پیدا فرمایا، پھر آپ ﷺ کو اُن کی موافقت کرنے کا حکم دیا، چنانچہ ارشاد فرمایا: ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ۔ [النحل16:123] مفہوم یہ کہ "اے حبیب! ہم نے آپ کو عقائد اور دین کے اُصول وہی عطا کیے ہیں جو ابراہیم کو عطا کیے تھے، تو آپ دینِ ابراہیمی کی موافقت کریں، جو ہر باطل سے جُدا تھے اور مشرک نہیں تھے۔" (ملخص از خزائن العرفان)

باری تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اُس کے بندے اُس کے خلیل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مبارک اُسوہ اور پسندیدہ عادات کو اختیار کریں۔ قربانی، حج اور دیگر کئی احکامات انہی کے اوصافِ حمیدہ کی خوبصورت یادگاریں ہیں۔

بلاشبہ ہمارے دَور میں خلیلِ جلیل علیہ السلام کے اوصافِ جمیلہ اختیار کرنے کی بے حد ضرورت ہے۔ جیسا کہ اقبال نے کہا:

یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے　　　صنم کدہ ہے جہاں لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

چنانچہ آج کے خطبہ میں آپ کے اوصافِ حمیدہ سے متعلق کچھ باتوں کا ذکر ہو گا۔

وصفِ خلیل... احساناتِ خداوندی پر شکر گزاری

اِس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں... انسان کی پیدائش اور اُس کا وُجود بھی اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور وہ اپنی زندگی و بعد کے معاملات میں بھی ہر لحہ اپنے مالک جلّ جلالہٗ کے احسانات کا محتاج ہے۔

ربّ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اُس کا بندہ اُس کے انعامات و احسانات پر اُس کا شکر گزار رہے اور کسی بھی حالت میں ناشکری و احسان فراموشی نہ کرے۔ سیدنا اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب آدم علٰی نبیّنا وعلیہ الصلاۃ والسلام کو آپ کی تمام اولاد کا نظّارہ کرایا، اُنھوں نے دیکھا کہ کوئی مال دار ہے اور کوئی فقیر ہے، کسی کو حُسن و جمال ملا ہے اور کوئی دوسری طرح ہے تو عرض کی: رَبِّ لَوْلَا سَوَّيْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ؟ "اے میرے رب! تو نے اپنے تمام بندوں کو یکساں کیوں نہ بنایا(سب کو ایک جیسا نہ بنانے میں کیا حکمت ہے)؟" باری تعالیٰ نے فرمایا: إِنِّي أَحْبَبْتُ أَنْ أُشْكَرَ۔ "مجھے پسند ہے کہ میرا شکر کیا جائے۔[1]" (مسند احمد، حدیث:21232)

شکرِ ابراہیمی: ہمارے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جدِّ امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام ربِّ کریم کی شکر گزاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ ارشادِ ربّانی ہے: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ o شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ "بے شک ابراہیم تمام اچھی خصلتوں (پسندیدہ اوصاف) کے مالک، اللہ کے فرماں بردار، ہر باطل سے اجتناب کرنے والے تھے اور وہ مشرک نہیں تھے o اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، اللہ نے اُنھیں (اپنا نبی اور خلیل بنانے کے لیے) مُنتخب فرمالیا اور اُنھیں سیدھے راستے (دینِ اسلام) کی ہدایت دی۔" [النحل 16:120، 121]

جناب ابراہیم علٰی نبیّنا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی پوری زندگی مختلف آزمائشوں اور مشکلات و مصائب میں گزری... حق کہنے پر سخت آزمائش آئی... گھر، وطن، مال واسباب، حتّٰی کہ اولاد کو بھی چھوڑا... مگر کتنے لُطف کی بات ہے کہ آزمائشوں کے ہجوم کے باوجود کبھی بھی اُنھوں نے ناشکری نہیں کی، زبان پر کبھی شکوہ و شکایت کے کلمات نہیں آئے... بلکہ اُن کا قلبِ مبارک شکر کے جذبات، بدنِ اقدس اچھے اعمال اور زبانِ پاک شکر کے کلمات سے ایسے آباد رہے کہ باری تعالیٰ نے اُن کے شکر گزار ہونے پر اُن کی تعریف فرمائی۔

ربّ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زبانِ پاک سے ادا ہونے والے شکر کے کچھ حسین کلمات بھی ذکر فرمائے ہیں، اولاد کے احسان پر آپ نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ۔ "سب خوبیاں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل واسحاق عطا فرمائے، بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے۔" [ابراہیم 14:39]

---

[1] مال دار شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے دولت سے نوازا ہے اور فقیر شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا کے فتنے سے بچایا ہے اور حساب میں آسانی رہے گی۔ حسن وجمال والا شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت دی ہے اور دوسرا شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے حُسن کی آزمائشوں سے بچالیا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح)

تعلیمِ شکر: سیدنا ابراہیم علیہ السلام خود شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اِس کا حکم فرماتے۔ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے بد نصیبوں کو آپ نے فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔ "بے شک تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہارے لیے رزق کے مالک نہیں ہیں، پس تم اللہ سے رزق طلب کرو اور اُس کی عبادت کرو اور اُس کا شکر ادا کرو، تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"[العنکبوت 17:29]

رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ مبارک کا مفہوم ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام خبر گیری کے لیے اُن کے ہاں تشریف لائے، اُس وقت وہ گھر میں موجود نہیں تھے، آپ نے اُن کی اہلیہ (اپنی بہو) سے حالات پوچھے تو اُس نے ناشکری اور شکوہ کے کلمات کہے، چنانچہ آپ نے اُسے فرمایا: "جب آپ کے شوہر (اسماعیل) آئیں تو اُنھیں میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ گھر کی چوکھٹ تبدیل کر دیں (بیوی کو طلاق دے دیں)۔" سیدنا اسماعیل کو گھر واپس آتے ہی خوشبو سے محسوس ہوا کہ والدِ گرامی تشریف لائے تھے، اہلیہ سے پوچھا تو اُس نے تفصیل بتائی، آپ نے والدِ گرامی کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فوراً اُس بیوی کو طلاق دے دی اور کسی دوسری خاتون سے شادی کر لی... کچھ عرصہ بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام دوبارہ تشریف لائے، تب بھی وہ گھر میں موجود نہیں تھے، آپ نے اُن کی اہلیہ (اپنی نئی بہو) سے گھر کے حالات پوچھے تو اُس نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے کہا: نَحْنُ بِخَيْرٍ وَّسَعَةٍ۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے، رزق وسیع ہے۔ آپ نے برکت کی دُعا سے نوازنے کے بعد فرمایا: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيهِ يُثَبِّتُ عَتَبَةَ بَابِهِ۔ یعنی "جب آپ کے شوہر (اسماعیل) آئیں تو اُنھیں میرا سلام کہنا اور پیغام دینا کہ گھر کی چوکھٹ تبدیل نہ کریں (موجودہ بیوی کو طلاق نہ دیں)۔" چنانچہ سیدنا اسماعیل جب گھر آئے تو والدِ گرامی کی خوشبو محسوس کی۔ پوچھا تو اہلیہ نے تفصیل بتائی۔ آپ نے فرمایا: وہ میرے والدِ گرامی تھے اور اُنھوں نے (تمہاری شکر گزاری پر خوش ہو کر) حکم دیا ہے کہ تمھیں طلاق نہ دوں۔

(صحیح بخاری، حدیث: 3364)

لمحۂ فکریہ: شکر بے حد ضروری ہے، مگر دین سے دُوری کے سبب جانے، اَن جانے میں ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی بہت ناشکری کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ ناشکری و احسان فراموشی فقط زبان سے ہی نہیں ہوتی، بلکہ اِس کی مختلف صورتیں ہیں، مثلاً:

- اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت کرنا۔
- احسانات فرمانے والے ربّ کے بارے میں بد گمانی کرنا / اُس کے فضل و احسان سے نااُمّید ہونا۔
- انسان کی بہتری کے لیے اُسے مختلف آزمائشوں میں مبتلا کیا جاتا ہے، چنانچہ کسی آزمائش پر شکوہ و شکایت کرنا۔
- مالکِ کریم نے جس حالت میں رکھا ہے، اُس پر خوش نہ ہونا۔
- نعمتیں عطا فرمانے والے خالق کی نافرمانی کرنا اور اُس کی یاد سے غافل رہنا۔
- اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنا کمال سمجھنا۔

وصفِ خلیل... حِلم وبُردباری

اللہ تعالیٰ حِلم والا ہے اور وہ پسند فرماتا ہے کہ اُس کے بندے بھی برداشت اور بُردباری کا مظاہرہ کریں۔ "حِلم" کا آسان لفظوں میں مفہوم یہ ہے کہ غضب وغصہ آنے اور اُسے نافذ کرنے کی طاقت ہونے کے باوجود اُسے نافذ نہ کرنا اور سزا نہ دینا۔

حلمِ الٰہی: اللہ تعالیٰ اپنی شایانِ شان اِس خوبی سے متّصف ہے، وہ سب سے زیادہ حلم والا ہے، اپنے مجرموں کی فوری گرفت نہیں فرماتا ہے، بلکہ مہلت عطا کرتا ہے۔ قرآنِ مجید کی متعدد آیاتِ کریمہ میں اِس خوبی کا ذکر فرمایا گیا، ایک آیت میں یوں ارشاد ہے:
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۔ "بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، حلم والا ہے۔"[آل عمران 155:3]

سیدنا ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «مَا أَحَدٌ أَصْبَرَ عَلَى أَذًى سَمِعَهُ مِنَ اللهِ، يَدْعُوْنَ لَهُ الْوَلَدَ، ثُمَّ يُعَافِيهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ» یعنی "تکلیف دہ (ناپسندیدہ) بات کو سُن کر سب سے زیادہ حلم فرمانے اور سزا کو مؤخر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، لوگ اُس کے لیے اولاد کا دعوٰی کرتے ہیں، پھر بھی وہ اُنھیں عافیت دیتا (مصیبتوں سے بچاتا) ہے اور رزق عطا فرماتا ہے۔" (صحیح بخاری، حدیث:7378)

حلمِ ابراہیمی: اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلاۃُ وَالسَّلَام کو دیگر بہت سے اوصافِ حمیدہ کے ساتھ ساتھ حِلم وبردباری میں بھی نرالی شان عطا کی اور اِس خوبی پر قرآنِ مجید میں اُن کی تعریف بھی فرمائی۔

آزر کے ساتھ حلم: سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلاۃُ وَالسَّلَام نے اپنے چچا آزر کو محبت بھرے انداز میں عقیدۂ توحید کی دعوت دی، مگر اُس نے نہ صرف دعوتِ حق قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا، بلکہ آپ کو یہ دھمکی بھی دی کہ اگر تم بتوں کی مخالفت سے باز نہ آئے تو میں تم پر پتھراؤ کروں گا۔[مریم 19:42-46] ظاہر ہے کہ یہ رویّہ بہت تکلیف دہ تھا، مگر آپ نے اُس کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی، بلکہ جب تک اُمّید تھی کہ وہ اسلام قبول کر لے گا تب تک آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُس کی بخشش ومغفرت کی دُعا کرتے رہے، تاہم جب اُس کے مسلمان ہونے کی اُمّید نہ رہی تو اُس سے اپنا تعلّق ختم کر دیا، یہ بات ذکر کرکے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۔ "بے شک ابراہیم بہت آہ وزاری کرنے والے، بہت حِلم (برداشت کرنے) والے تھے۔"[التوبۃ 114:9]

قومِ لوط کے ساتھ حلم: سیدنا ابراہیم کے بھتیجے، اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا لوط عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِمَا الصَّلاۃُ وَالسَّلَام کی قوم نہایت بے حیا تھی، اُن کا بڑا جرم یہ تھا کہ وہ اغلام بازی / بد فعلی / ہم جنس پرستی کرتے تھے، اِس کے علاوہ وہ:

- راستوں میں بیٹھ کر گزرنے والوں کو تنگ کرتے اور ڈاکے ڈالتے۔
- مَردوں کو بھی بُری نظروں سے دیکھتے۔

- دن بھر کبوتر بازی کرتے رہتے۔
- ہنسی مزاح میں ایک دوسرے کو تھپڑ مارتے۔
- کھیل کود میں بے پردگی کو عیب نہیں سمجھتے تھے۔
- اور بطورِ خوش طبعی ایک دوسرے کو گالیاں دیتے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے ''تذکرۃ الانبیاء''، از قاضی عبد الرزاق بھترالوی، ص:156، مکتبہ امام احمد رضا)

افسوس کہ یہ تمام بے ہودہ کام اب بھی ہمارے معاشرے میں پائے جاتے ہیں۔

سیدنا لوط علیہ السلام نے اُنھیں بُرے کاموں سے روکا تو اُنھوں نے حق کو قبول کرنے کے بجائے آپ کو تکلیفیں پہنچائیں۔ ظاہر ہے کہ اِس رویّے سے سیدنا لُوط اور آپ کے چچا سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِمَا الصَّلاۃُ وَالسَّلَام کی سخت دل آزاری ہوئی، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اُن پر عذاب نازل کرنے کے لیے فرشتوں کو بھیجا اور وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوری کوشش کی کہ کچھ عرصہ کے لیے عذاب مؤخر ہو جائے اور قومِ لوط کو توبہ کے لیے ایک اور موقع مل جائے، مگر ربّ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا فیصلہ ہو چکا تھا، چنانچہ آپ کو مزید تاخیر کے لیے دُعا کرنے اور فرشتوں کے ساتھ بحث کرنے سے روک دیا گیا۔ اِس بات کا تذکرہ کرکے باری تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ لَحَلِيۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيۡبٌ۔ ''بے شک ابراہیم بڑے تحمّل والے، بہت آہیں بھرنے والے، (اللہ تعالیٰ کی طرف) رجوع کرنے والے تھے۔'' [ھود 11:75]

لمحۂ فکریہ: حِلم باری تعالیٰ کی بھی صفت ہے اور اُس کے محبوب بندے بھی حلیم و بردبار اور برداشت کرنے والے ہوتے ہیں، وہ اگر غصے کا اِظہار کریں بھی تو اپنی ذات کے لیے نہیں کرتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے کرتے ہیں، جب کہ ہمارے معاشرے کی صورتِ حال یہ ہے کہ بھائی بھائی کا دُشمن ہے، گھر میدانِ جنگ بنے ہوئے ہیں، عزیزوں اور دوستوں میں ناچاقیاں ہیں، سیاسی لیڈر اور جیالے ایک دوسرے کو ختم کرنے کے درپے ہیں، لوگ معمولی باتوں پر ایک دوسرے کا گریبان پکڑ لیتے ہیں، اور تو اور مساجد میں بھی لوگ ایک دوسرے سے اُلجھنا نہیں چھوڑتے۔ اِس صورتِ حال کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر حلم اور برداشت کا جذبہ ختم ہوتا جارہا ہے۔

سیرتِ ابراہیمی سے سبق لیتے ہوئے ہمیں بھی برداشت کرنے اور درگزر کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَيۡسَ الشَّدِيۡدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيۡدُ الَّذِيۡ يَمۡلِكُ نَفۡسَهٗ عِنۡدَ الۡغَضَبِ۔» یعنی ''طاقت وَر وہ نہیں جو پہلوان ہو، دوسرے کو پچھاڑ دے (اگر پچھاڑ دینا ہی خوبی ہو تو کئی جانور انسانوں سے زیادہ طاقت ور ہوتے ہیں اور وہ بھی یہ کام کرسکتے ہیں)، بلکہ (حقیقی) طاقت وَر وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے''۔ (صحیح بخاری، حدیث:6114)

وصفِ خلیل... حق پرستی اور باطل سے دُوری

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ وصف ذکر فرمایا کہ وہ حَنِیۡف تھے۔ یعنی ہر باطل کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین "اسلام" کی طرف مائل تھے،[1] شرک سمیت کسی باطل کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے اور کبھی بھی باطل کے ساتھ مفاہمت (Compromise) نہیں کی۔

بچپن میں احقاقِ حق: تمام انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسۡلِیۡمَات پیدائشی طور پر اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہیں، یعنی وہ پیدا ہوتے ہی جانتے ہیں کہ ہمارا رب کون ہے؟ اُس کے کیا اوصاف ہیں؟ ایک روز حضرت ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی والدہ سے پوچھا: میرا ربّ (پرورش کرنے والا) کون ہے؟ اُنھوں نے کہا: مَیں۔ فرمایا: تمہارا ربّ کون ہے؟ اُنھوں نے کہا: تمہارے والد۔ فرمایا: اُن کا ربّ کون ہے؟ اس پر والدہ نے کہا: خاموش رہو۔ پھر وہ اپنے شوہر سے کہنے لگیں: "جس لڑکے کے بارے مشہور ہے کہ وہ زمین والوں کا دین بدل دے گا وہ تمہارا ہی بیٹا ہے۔" (ملخص از خزائن العرفان، تحت الانعام، آیت:76)

حالاتِ حاضرہ: اِس وقت عالمی سازش کے تحت یہ نظریہ پروان چڑھایا جارہا ہے کہ "کسی کو بھی غلط مت کہو"، یہ نظریہ تیزی سے پاکستان میں بھی مسلط کیا جانے لگا ہے۔ کفار اور اُن کے کارندے چاہتے ہیں کہ مسلمان اگر اسلام کو چھوڑتے نہیں تو کم از کم اپنے نظریات میں پختہ نہ رہیں۔

سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی "حنفیت" اور باطل سے دُوری سبق دیتی ہے کہ بانیٔ اسلام صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دامن تھامنے کے بعد کسی دوسرے دین کے حق ہونے سے متعلق سوچنے کی بھی ضرورت نہیں۔ ارشادِ ربّانی ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً۪ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۝ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔ "اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۝ اگر تم روشن احکام آنے کے بعد پھسل گئے تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔" [البقرہ2:208،209] اقبال نے کہا:

باطل دوئی پسند ہے حق لا شریک ہے
شرکت میانِ حق و باطل نہ کر قبول
صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دِل نہ کر قبول

---

[1] سیدنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے "حنیف" کی تفسیر فرمائی: اَلْحَنِیْفُ: اَلْمَائِلُ عَنِ الْأَدْیَانِ کُلِّهَا إِلٰی دِیْنِ الْإِسْلَامِ۔ (تفسیر خازن، تفسیر بغوی)

وصفِ خلیل... توحید پرستی

کوئی شخص مسلمان تب قرار پاتا ہے جب وہ دین میں ضروری تمام باتوں (تمام ضروریاتِ دین) کی سچے دل سے تصدیق کرے، ”عقیدۂ توحید“ کو ضروریاتِ دین میں سب سے بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

عقیدۂ توحید کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد و تنہا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں... نہ اُس کی ذات میں، نہ اُس کی صفات میں، نہ اُس کے اسما (ناموں) میں اور نہ ہی اُس کے افعال و احکام میں... وہ تنہا معبود ہے، اُس کے علاوہ کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں... اور صرف وہی واجب الوجود ہے، باقی سب اپنے وُجود میں اُس کے محتاج ہیں۔

⟸ ذات میں کوئی شریک نہیں، یعنی نہ تو اُس کی کسی کے ساتھ رشتہ داری ہے اور نہ ہی اُس کی کوئی جنس یا جزو ہے۔

⟸ صفات میں اُس کا کوئی شریک نہیں، یعنی کسی دوسرے کی کوئی صفت اُس کی کسی صفت جیسی نہیں۔ مخلوق کے تمام اوصاف اُسی کے عطا کیے ہوئے ہیں اور بعد میں پیدا ہوئے ہیں، جب کہ اُس کی تمام صفات ذاتی اور قدیم ہیں۔

⟸ ناموں میں کوئی اُس کا شریک نہیں، یعنی کسی کا بھی نام اُس کے ناموں جیسا نہیں۔

⟸ اور افعال و احکام میں اُس کا کوئی شریک نہیں، یعنی نہ تو اُس کے کاموں میں کوئی اُس کا معاوِن و مددگار ہے اور نہ ہی وہ اپنے فیصلے میں کسی کو شریک کرتا ہے۔

تمام انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلوَاتُ وَالتَّسۡلِیۡمَات نے اپنی اپنی اُمّتوں کو عقیدۂ توحید کی تعلیم و تربیت عطا کی، ہمارے آقا کریم ﷺ نے بھی لوگوں کو یہ عقیدہ بھرپور طریقے سے سکھایا اور آپ کے جدِّ امجد سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَام نے بھی پوری قوّت کے ساتھ بغیر کسی خوف کے اپنے خاندان والوں، اپنی قوم اور بادشاہِ وقت ”نمرود“ کو توحید کا پیغام پہنچایا۔ اِس سلسلے میں آپ کو سخت آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا، آگ میں بھی ڈالا گیا، وطن بھی چھوڑا، مگر آپ ہمیشہ اپنے ربّ کی توحید بیان فرماتے رہے۔

خاندان اور قوم کے سامنے اِظہارِ توحید: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِیۡمُ لِاَبِیۡهِ وَقَوۡمِهٖۤ اِنَّنِیۡ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُوۡنَ ۝ اِلَّا الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ فَاِنَّهٗ سَیَهۡدِیۡنِ ۝ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیۡ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ۝ ”اور جب ابراہیم نے اپنے چچا (عرفی باپ) اور اپنی قوم سے فرمایا: مَیں تمہارے معبودوں سے بے زار ہوں ۝ مگر وہ جس نے مجھے پیدا فرمایا تو ضرور وہ جلد مجھے (مزید بلند درجات کا) راستہ دے گا ۝ اور ابراہیم نے اِس کلمہ کو اپنی نسل میں باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا؛ تاکہ وہ (اُن کے بعد والے بھی اِسی عقیدہ کی طرف) رجوع کریں۔“ [الزخرف 43:26-28]

بادشاہ کے سامنے اِظہارِ توحید: وہ کیسا حسین منظر تھا جب خدائی کا دعویٰ کرنے والے نمرود اور اُس کے تمام لشکروں کے سامنے سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَام تنہا نہایت جرأت کے ساتھ توحید کا پیغام دے رہے تھے۔

ارشادِ ربّانی ہے: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ ”اے حبیب! کیا آپ نے اُس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے اُن کے رب کے بارے میں اِس بنیاد پر جھگڑا کیا کہ اللہ نے اُسے بادشاہی دی تھی۔ جب ابراہیم نے فرمایا: میرا رب وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے۔ اُس نے کہا: مَیں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں (جسے چاہوں پھانسی چڑھا دیتا ہوں اور جسے چاہوں چھوڑ دیتا ہوں)۔ ابراہیم نے فرمایا: تو اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے، سو (اگر تجھے خدا ہونے کا دعوی ہے تو) تُو اسے مغرب سے نکال لا، تو اس کافر کے ہوش اُڑ گئے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ [البقرۃ2:258]

اعلٰی درجہ کے موحّد: دُنیا دار الاسباب ہے، اللہ تعالیٰ نے اِس جہان میں ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب بنایا ہے، جب انسان وہ سبب اختیار کرتا ہے تو باری تعالیٰ کے حکم سے وہ چیز/کام ہو جاتا ہے۔ اسباب اختیار کرنا عقیدۂ توحید اور توکّل کے خلاف نہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی اسباب کا نظام بنایا ہے، تاہم قُربِ خاص والے جب توکّل و توحید کے نہایت بلند درجہ پر فائز ہوتے ہیں تو اسباب سے بھی بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام توکّل اور توحید کے ایسے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے کہ اُن کے دل میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا خیال بھی نہیں آتا تھا، جب آپ کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا تو مختلف ذمہ داریوں پر مقرر فرشتوں نے مدد کرنے کی اِجازت چاہی، مگر آپ نے فرمایا: مجھے تمہاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں، حتّٰی کہ جبریل امین علیہ السلام نے حاضر ہو کر پوچھا: یَا إِبْرَاهِیْمُ! هَلْ لَكَ حَاجَةٌ؟ یعنی پیارے خلیل! میرے لیے کوئی حکم؟ فرمایا: أَمَّا إِلَیْكَ فَلَا؟ آپ سے کوئی کام نہیں۔ اُنھوں نے کہا: اپنے ربّ سے اِلتجا کر لیجیے۔ فرمایا: حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ عِلْمُهٗ بِحَالِیْ۔ وہ میری حالت کو خوب جانتا ہے، یہی مجھے کافی ہے۔

(غرائب القرآن ورغائب الفرقان[تفسیر نیشاپوری]، مفاتیح الغیب[تفسیر کبیر]، تحت الانبیاء21:68)

لمحۂ فکریہ: یہ بات حقیقت ہے کہ اگر عقیدۂ توحید دل کی گہرائی میں اُتر جائے تو انسان کی زندگی میں انقلاب بپا ہو جاتا ہے... غور کیجیے کہ اگر یہ عقیدہ پختہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر خیر عطا فرمانے والا ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے تو دُنیاوی مفادات اور دُنیاداروں کی خوشی کے لیے انسان اپنے خالق کی نافرمانی کیسے کر سکتا ہے! اِسی نقطہ کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے اقبال نے کہا:

زندہ قوّت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے؟، فقط اِک مسئلۂ علمِ کلام[1]

---

[1] ایک وقت تھا جب عقیدۂ توحید بہت بڑی طاقت تھی اور اِس طاقت کی بنیاد پر مسلمان دُنیا پر چھائے ہوئے تھے، مگر اب یہ عقیدہ فقط ایک علمی مسئلہ بن گیا ہے

حرفِ آخر

سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلاۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں اور اُن کی خوبیوں پر قرآنِ مجید میں اُن کی تعریف بھی فرمائی۔ آپ کے عمدہ اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ:

- آپ ہر لمحہ اپنے ربّ کا شکر ادا کرنے والے تھے اور سخت آزمائشوں کے باوجود کبھی احسان فراموشی نہیں کی۔
- آپ حِلم و بردباری کا پیکر تھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے غصے کو برداشت فرماتے تھے۔
- آپ ہر باطل سے اجتناب فرماتے تھے اور کبھی بھی باطل سے مفاہمت نہیں کی۔
- آپ اعلیٰ درجے کے توحید پرست تھے، حتّٰی کہ اسباب سے بھی بے نیاز تھے اور ہمیشہ پوری قوّت کے ساتھ عقیدۂ توحید کی تبلیغ واِشاعت فرمائی۔

ہمیں بھی چاہیے کہ آپ کے پسندیدہ اوصاف کو اختیار کر کے اپنی دنیا وآخرت سنواریں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ سرورِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ کے جدِّ امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے صدقے میں ہمیں اوصافِ حمیدہ سے نوازے اور ہماری کامل بخشش ومغفرت فرمائے۔ ربّ کریم دُنیا بھر کے مسلم حکمرانوں کو جرأتِ ابراہیمی میں سے کچھ حصہ عطا فرمائے اور اُمّتِ مسلمہ کو وَحدت واتفاق سے نوازے۔

خالقِ کائنات اسلام کو غلبہ عطا فرمائے، تمام دشمنانِ اسلام کو ذلیل ورُسوا کرے، مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی اور بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر وفلسطین سمیت دُنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم